عد
ازقلم: انابیہ راجپوت

پیش لفظ
زندگی انسان کے ساتھ کیانسے کیا کر دیتی ہے، اسے کیا سے کیا بنا دیتی ہے، اسے کب کس چیز کے لیے ترساتی ہے، کسی کو کچھ نہیں معلوم۔ کسی کو نہیں معلوم کہ کیا ہونے والا ہے۔ کسی کو نہیں معلوم انت کیا ہوگا۔ کسی کو نہیں معلوم کہ اس کی واپسی ہے بھی یا نہیں۔ مگر زندگی میں انسان کو ایک بات ضرور یاد رکھنی چاہیے۔ یہ دنیا ہے اور دنیا تو ہوتی ہی ختم ہونے کے لیے ہے۔ انسان کو اس دنیا میں اپنا دل نہیں لگانا چاہیے۔ جتنا دل وہ لگائے گا بعد میں اتنا ہی پچھتائے گا۔

انتساب
ہر اس شخص کے نام جو واپسی کی راہ پر ہو۔

باب اول: ماضی

صبح کی پو پھوٹ چکی تھی۔ کراچی میں ہر جگہ صبح صبح افرا تفری پھیلی ہوئی تھی۔ سڑکوں پر گاڑیاں تیز رفتار سے اپنی اپنی منزلوں کی راہ میں چل رہی تھیں۔انہیں گاڑیوں میں سے ایک سیاہ رنگ کی گاڑی نے موڑ کاٹا۔ گاڑی کے کھلے شیشوں سے اندر جھاکو تو اندر کوئی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ جس کے کان میں ایئرپورڈس تھے اور ہاتھ میں پرچے۔ ہوا کے باعث اس کی کھلے لمبے سیاہ بال بار بار اس کے منہ پر آ رہے تھے۔ صبح کی روشنی میں اس کی رنگت سفید لگ رہی تھی۔ چہرے پر پریشانی عیاں تھی۔ وقفے وقفے سے وہ اپنے گلے میں پڑی سونے کی چین کو انگلی کے گرد باندھ کر گھما رہی تھی جس پر *M* لکھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی ایک کالج کے اگے ا کر رکی۔
ٹھیک *12* بجے تم یہیں پہ آ کر کھڑے ہو جانا
اپنے ڈرائیور کو حکم دے کر اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اپنی سیاہ ہیل والا پاؤں باہر نکالا۔ سیاہ رنگ کی شارٹ شرٹ کے ساتھ اس نے بلو جینز پہنی ہوئی تھی۔ کانوں میں ننھے ننھے اویزے پہنے اس نے چہرے پر ہلکا ہلکا میک اپ کیا ہوا تھاہیلز کی ٹک ٹک کر دی اواز کے ساتھ وہ دروازے کی جانب بڑھی۔دروازہ بند تھا اور سامنے گاڈ کھڑا ہوا تھا۔
آپ اندر نہیں جا سکتی
اس کے اندر دروازہ کھولنے سے پہلے وہ اس کے سامنے آ کر کھڑا ہوا۔
کیوں
آپ *15* منٹ لیٹ ہیں۔ پرچہ کب کا شروع ہو چکا ہے
لڑکی نے اسے دیکھتے ہیں دانت پہ دانت جمائے۔
تمہیں معلوم ہے میں کون ہوں
ضبط کر کے کہا۔
میڈم آپ جو بھی ہو میں اپنی نوکری کر رہا ہوں
دیکھو میں تمہیں آخری مرتبہ کہہ رہی ہوں مجھے اندر جانے دو

سوری میڈم
گارڈ نے اپنا سر جھکا لیا۔
گارڈ کی اس حرکت پر لڑکی نے گہری سانس بھری اور اپنی جینز کی پاکٹ میں سے موبائل نکال کر کسی کو کال ملائ۔
پانچ منٹ کے بعد لڑکی نے موبائل گارڈ کے ہاتھ میں دیا جسے اس نے تھام لیا۔وہ کالج کے پرنسپل کی کال تھی۔پانچ منٹ کے بعد کے بعد چار و ناچار گارڈ نے دروازہ کھولا۔لڑکی نے اپنا قدم بڑھایا پھر کچھ یاد آنے پر رکی۔
"*stupid* فضول میں میرا وقت ضائع کیا"
اک ادا سے کہتی وہ اندر کی جانب بڑھی۔
ڈھائی گھنٹے بعد کالج کی بیل بجی پرچہ ختم ہو چکا تھا۔ آج بارھویں جماعت کا آخری پرچہ تھا۔
"تم نے اچھا نہیں کیا ملالہ"
چھٹی کے وقت ملالہ اپنی دوست کے ساتھ ا رہی تھی۔ پورے کالج میں گہما گہمی مچی ہوئی تھی۔ آج اخری پر تھا ہر طرف شور تھا۔
"ایسا بھی کیا کر دیا میں نے"
ایک بینچ پہ آ کر وہ دونوں بیٹھے۔ملالہ کا لہجہ اب کافی نرم تھا۔
آج ہمارا آخری دن ہے اور تم نے اپنے ڈرائیور کو جلدی بلا لیا ہمیں تھوڑا انجوائے کرنا تھا بھئ
وہ قدرے خفگی سے بولی۔ ملالہ مسکرائی۔
اس میں کون سی بڑی بات ہے وہ تھوڑی دیر ویٹ کر لے گا۔اچھا آؤ ہم کینٹین سے کچھ کھاتے ہیں
ملالہ نور کا ہاتھ پکڑ کے اسے کینٹین کی طرف لائی۔ وہاں سے چاٹ کی پلیٹ لے کر وہ واپس بینچ کی طرف ائے۔
تھوڑی بہت باتوں کے بعد کالج خالی ہونے لگا تو ملالہ نور کو الودائی الفاظ کہہ کر گاڑی کی طرف بڑھی۔

تھوڑی دیر تک وہ گھر پہنچ چکی تھی ڈرائیور نے گاڑی گھر کے پورچ میں داخل کی تو ملالہ گاڑی سے اتری اور اندر کی جانب بڑھی۔یہ سفید رنگ کی تین منزلیں عمارت تھی سب سے نیچے والی منزل میں جعفر صاحب کی فیملی رہتی تھی۔ اور اس سے اوپر والی عمارتوں میں ان کے دو بھائی رہتے تھے۔ گھر آنے کے بعد وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی اور اپنی چیزوں کو آگے پیچھے پھینک کر پلنگ پر لیٹ گئی۔تھکاوٹ کی وجہ سے اس کی آنکھ کب لگی اسے معلوم نہ تھا۔اس کی نیند باہر کسی کے کھٹ پٹ کرنے سے کھلی۔
کیا مصیبت ہے
اسے اپنی نیند کا ٹوٹنا انتہائی نا پسند تھا۔کچی نیند سے اٹھنے کے بعد وہ اپنی الماری کی جانب بڑھی اور نیلے رنگ کا سادہ سا لباس نکال کر غسل خانے میں گھس گئ۔
نہا کر وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی تو سب لوگ ڈائننگ ہال میں موجود تھے۔اس نے گھڑی کی طرف نگاہ دوڑائی تو وہاں رات کے آٹھ بج رہے تھے۔کسی سے بات کی ہے بنا وہ اپنی کرسی کھینچ کر بیٹھی۔صبح کے بر ایک اس نے اپنے بال جوڑے میں باندھ لیے تھے۔اس حلیے میں وہ قدرے بہتر لگ رہی تھی۔سربراہی کرسی پر جعفر صاحب بیٹھے ہوئے تھے جو مسلسل فون پہ کوئی خبر دیکھ رہے تھے۔ملالہ کے سامنے والے کل سے پر اس کی والدہ سمیہ بیگم بیٹھی ہوئی تھیں۔سبز رنگ کی پرنٹڈ کرتی کے ساتھ سمپل پلازو پہنے ڈوپٹہ گلے میں ڈالا ہوا تھا۔گلے میں اور کان میں سونے کے اویزے جگمگا رہے تھے۔ملازم اتے جاتے کھانا رکھ رہے تھے۔
کیسا ہوا تمہارا اخری پیپر
سمیہ بیگم نے اپنی پلیٹ میں کھانا نکالتے ہوئے کہا۔
ہم اچھا ہوا ہے
چاول کا چمچ منہ میں رکھتے ہوئے جواب دیا۔
آگے کیا پلین ہے تمہارا
اب کے بار جعفر صاحب نے کہا
اس نے چمچ والا ہاتھ نیچے کیا اور ایک منٹ کے لیے سوچنے کی اداکاری کی۔
بابا ابھی تو یونیورسٹی شروع ہونے میں کافی وقت ہے میں سوچ رہی ہوں میں آپ کا بزنس جوائن کر لوں۔ کیسا۔؟؟
جعفر صاحب مسکرائے۔
"تم کہا ابھی بزنس کے جھمیلوں میں پڑو گی۔جب تک میں ہوں تم بزنس سے دور رہو اپنی لائف انجوائے کرو'
"بابا آپ مجھے انڈر ایسٹیمیٹ کر رہے ہیں۔ آپ مجھے جانتے نہیں ہیں۔ میرا نام ملالہ جعفر راؤ ہے میں کچھ بھی کر سکتی ہوں"

اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے کہا۔
"بالکل بالکل ملایا جعفر راؤ کچھ بھی کر سکتی ہے "
انہوں نے ہاتھ باہم ملا کر کہا۔
ملالہ مسکرائی۔
"اچھا ملالہ جعفر راؤ ابھی کھانا کھا لو بعد میں تو جنگی فتح کرتی رہنا"
سمیہ بیگم نے اپنی بیٹی کو دیکھ کر کہا
ماما جنگیں تو بہت چھوٹی چیزیں ہیں۔ میں تو اپنے بابا کے لیے دنیا بھی فتح کر سکتی ہوں۔کیوں بابا۔۔؟؟
پہلی بات سمیہ بیگم سے اور دوسری جعفر صاحب سے کہی۔
"بالکل بالکل"
جعفر صاحب نے بیٹے کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
ملالہ کھانا کھاتے ہوئے ان سے اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھی۔

چند دن تک ملالہ کی روٹین گھر تک ہی محدود تھی۔ وہ اٹھتی، سوتی، کھاتی اور پھر سو جاتی۔ پیپرز کی وجہ سے اس کی نیند کافی جمع ہو چکی تھی۔ ابھی بھی وہ سو کے اٹھ کر لاؤنج میں آئی تھی۔وہ ٹی وی شو دیکھتے ہوئے چپس کھا رہی تھی جب ٹیبل پہ پڑا اس کا موبائل تھرتھرایا۔ چپس کا باؤ سائڈ میں رکھ کر وہ اگے کو ائی تو موبائل پر نور کالنگ کا نام جگمگا رہا تھا۔
ہیلو
ٹی وی کی آواز کم کر کے اس نے فون ریسیو کیا۔
کیا واٹ ا پلیزنٹ سرپرائز
اب کے اس نے ٹی وی پورا بند کیا۔ملالہ کے چہرے پہ خوشی دوڑ گئی۔
کب ہے پھر تمہاری منگنی
وہ عادتا اپنے گلے میں پڑے نیکلس کو انگلی کے گرد گھماتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ جوڑے میں سے نکلتی دو لٹیں اس کے دائیں اور بائیں گال کو چھو رہی تھیں۔
او ہو یہ تو بہت جلدی ہے میں تیاری کیسے کروں گی
ملالہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ ساتھ ہی تکیہ صوفے سے اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔
اچھا چلو میں کچھ کر لوں گی
ایک کام کرتے ہیں ہم کل ہی شاپنگ پہ چل لیتے ہیں
نہیں تھیم پنک رکھنا۔ آخر کو تم میری ایک ہی دوست ہو اپنے سارے ارمان پورے کروں گی
میں تو تیار رہوں گی لیکن تم مجھ پر تیار رہنا ہم شام میں نکل لیں گے
کافی دنوں بعد اسے کوئی اچھی خبر ملی تھی۔ اس کی پکی سہیلی کی منگنی تھی۔ اسے بہت سارے تیاریاں کرنی تھیں۔ نور سے باتوں کے دوران وہ اپنے ذہن میں جوڑا بھی ڈیسائیڈ کر رہی تھی۔ نور کو الوداعٔ الفاظ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔
ملالہ بیٹا
کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اسے اپنی چچی نازین بیگم کی آواز سنائی دی۔ ملالہ کو اپنی چچی ان کو شیریں لہجہ انتہائی زہر لگتا تھا۔ ان کی ذہن میں بھری شیریں آواز سن کر وہ پلٹی۔
جی چچی
نازین بیگم نے اپنی بات شروع کرنے سے پہلے ملالہ کا ہوئی غور سے دیکھا جو کھلے ٹراؤزر اور شرٹ میں ملبوس تھی۔
بیٹا یہ کیا حلیہ بنایا ہوا ہے تم نے اپنا
ملالہ نے ایک نظر اپنے حلیہ کو دیکھا۔
ٹھیک تو ہے چچی
چچی مسکراتی ہوئی بڑی فرست سے ملالہ کے پاس کھڑی ہوئی تھیں۔
آپ کو کوئی کام تھا تو اپ مجھے اوپر بلا لیتی
ارے بیٹا بس مسلمان ہو رہا ہے نا تو تھوڑے تیاریاں کرنی تھیں۔ بانو تو ہر دوسرے دن کام سے چھٹی کر لیتی ہے۔ اپنا اکیلے کتنے کام کروں گی۔ تم اگر۔۔
چچی اپنے نازو سے ہاتھوں پہ لگی نیل پالش کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ ملالہ نے ان کی بات کاٹی۔
جی جی چاچی کیوں نہیں۔ آپ اوپر چلیں میں بس دو منٹ میں آتی ہوں

اچھا سنو
اندر جاتی ہوئی ملالہ چچی کی آواز پر مڑی۔
ابھی تو رات ہو گئی ہے تم کل صبح ہی آ جانا اور بیٹا وہ ذرا ڈھنکے کپڑے پہن کے آنا۔ اور ڈوپٹہ بھی لے لے نا۔ تمہیں تو پتہ ہے نا اپنے چچا کا کتنے سخت مزاج کے آدمی ہیں۔ انہیں بالکل نہیں پسند لڑکیوں کا اس طرح گھومنا
ملالہ نے ایک نظر چچی کے حلیے کو دیکھا جن کے بال ڈائی شدہ تھے۔ کرتی پلازو کے ساتھ ڈوپٹہ گلے میں ڈالا ہوا تھا اور ناخنوں پر سرخ رنگ کے دھبے۔
چچا کا دین تو کافی سخت ہے
وہ بس سوچ سکی اور یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں آگئی۔

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد وہ چچی کے پورشن میں ا چکی تھی۔ کام کرنے کو اور بھی ملازمہ تھی لیکن چچی کو ملالہ کا آرام سے بیٹھنا کہاں جچتا تھا۔ لگاتار ڈھائی گھنٹے چچی کا فلور چمکانے کے بعد اس کی کمر جواب دے چکی تھی۔ کچھ آرام کرنے کے لیے وہ صوفے پر آ کر بیٹھی تو سائیڈ ٹیبل میں پڑا اس کا موبائل بجنے لگا۔ اس نے موبائل کی طرف نگاہ دوڑائی تو وہاں نور کالنگ جگمگا رہا تھا۔
ہیلو
اس کے فون اٹینڈ کرتے ہی کسی کے چیخنے کی آواز آئی۔ ملالہ نے ایک ہاتھ اپنے کان پہ رکھا اور موبائل کان سے اتار کر نام دیکھا ہے جہاں نور ہی لکھا ہوا تھا۔
کیا ہوگیا ہے بھئی چلا کیوں رہی ہو
اوپس سوری
کچھ یاد انے پر ملالہ نے اپنے سر پہ ہاتھ مارا اور ایک نظر گھڑی کو دیکھا جو شام کے پانچ بجا رہی تھی۔
تم رکو میں بس آدھے گھنٹے میں تمہارے گھر آتی ہوں۔
فون رکھ کر وہ اپنے پورشن میں جانے کے لیے اٹھی تھی جب سامنے سے چچی کے ہاتھ میں سویٹ ڈش لاتی نظر آئیں۔
کہاں جا رہی ہو میں نے تمہارے لیے پڈنگ بنائی ہے یہ کھا کر جانا ہے
ملالہ نے پڈنگ کے باؤل کو دیکھا ہے۔ اگر وہ یہاں رکی تو چچی اسے اور کام دے دیں گیں۔
ایکچولی مجھے اپنی دوست کے ساتھ جانا ہے۔ آپ مجھے کسی پیالے میں الگ نکال دیں۔ میں نیچے جا کر کھا لوں گی
بیٹا بیٹھ جاؤ دو منٹ کھا کر چلی جاؤ
ان کے اسرار پر ملالہ کو چارو نا چار بیٹھنا پڑا۔ پڈنگ کھانے کے بعد وہ فورا نیچے آئی کہیں چچی اور کام نہ دے دیں۔ اپنی الماری کی طرف بڑھ کر اس میں سے ایک سیاہ رنگ کی گٹھنوں تک آتی کرتی نکالی اس کے نیچے جینز نکال کر وہ فورا واش روم میں گھسی۔ *15* منٹ بعد وہ اپنے گھر سے نکل رہی تھی۔ ہیلز کی ٹک ٹک کرتی آواز کے ساتھ اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ ڈرائیور نے پورچ کا دروازہ کھورا اور وہ زن سے گاڑی بھگاتی لے گئی۔
انہیں مال میں گھومتے ہوئے دو گھنٹے ہو چکے تھے لیکن اب تک کوئی چیز پسند نہیں آئی تھی۔
میں نے تم سے کہا بھی تھا جلدی آنا۔ اب دیکھو رات کے ٹائم اچھے سٹاک بھی نہیں ملتے
نور نے نم لہجے میں کہا۔ اب اسے اچھی جولری کیسے ملے گی یہ سوچ سوچ کر اسے انزائٹی ہو رہی تھی۔
فکر نہ کرو ہم پھر آ جائیں گے
اس پاس لوگوں کو کافی شور تھا۔ چلتے چلتے ملالہ ایک شاپ کے اگے آکر رکی۔ شاپ کے دروازے شیشے کے تھے باہر سے دیکھنے پر اندر کا سارا نظارہ دکھ رہا تھا۔ وہاں رکھے ہر کپڑے نفیس تھے۔ بے اختیار بنایا نیوز شاپ کا دروازہ کھولا اور اندر کی جانب بڑھی۔ پیچھے نور ملالہ ملالہ کرتی رہ گئی۔
باہر کے برعکس اندر کافی خاموشی تھی۔ اس کی داخل ہوتے ہی ایک لڑکی اس کے پاس آئی جو شاید سیلز گرل تھی۔
یس میم ہاؤ کین ائی ہیلپ یو
ملالہ اسے اگنور کر کے آگے بڑھی۔ آگے بڑھتے ہی اس کی نظر ایک ٹی پنک کلر کی سلک ساڑی پر پڑی۔ سمپل سلک کی ساڑی جس کے کف پر جس کے کف پر موٹے موٹے سے موٹی لگے ہوئے تھے موٹے موٹے سے سفید رنگ کے موتی لگے ہوئے تھے۔ نور ملالہ کے پیچھے آ کر کھڑی ہوئی۔
اس کی پرائس کیا ہے
ساتھ کھڑی سیلز گرل سے پوچھا۔
جی میم جی میم یہ پچیس ہزار کی ہے لیکن سیل پر بائیس ہزار کی ہے

لڑکی نے پروفیشنل انداز میں بتایا۔ ملالہ نے سائیڈ میں لٹکتے اپنے بیگ کی زپ کھولی اور اس میں سے اے ٹی ایم کارڈ نکالا۔
اسے پیک کر دیں پلیز
ملالہ یہ کیا کر رہی ہو تو یہ بہت زیادہ مہنگی دے رہے ہیں ساڑی
نور نے اسے پیچھے سے پچکارا۔
کچھ نہیں ہوتا۔ تم دیکھ نہیں رہی اتنی پیاری ساڑی ہے۔ اب تو میں تمہاری منگنی پہ یہی پہنوں گی
نور سے کہتی وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھی۔
بلنگ کروا کے وہ دونوں شاپ سے باہر آگئیں۔
تم نے کچھ کیوں نہیں لیا۔ دیکھا تھا نا وہاں کتنے پیارے پیارے سٹاک تھے اور تمہاری تو منگنی ہے۔ کوئی اچھا سا لے لیتی جوڑا
اپنے شاپنگ بیگ میں سے اندر جھانکتے ہوئے وہ نور سے کہہ رہی تھی۔
نہیں بھئی وہاں ساری ساڑیاں تھیں۔ تم ہی پہنو یہ ساڑیاں میں نے تو اپنا جوڑا لے بھی لیا۔
چلتے چلتے وہ دونوں مال سے باہر آئیں۔
یہ پکڑو
اپنا شاپنگ بیگ نور کے حوالے کر دے وہ ایک بیکری کی جانب بڑھی۔ آتے ہوئے ملالہ کے ہاتھ میں دو سلش تھے۔ گاڑی کے اندر بیٹھ کر اس نے ایک سلش نور کے آگے کیا۔
سو سوری ہم تمہارے لیے شاپنگ کرنے آئے تھے لیکن دیکھو میری ہو گئی شاپنگ
سلش کی ایک سپ لے کر اس نے گاڑی چالو کی۔ واپسی
کے راستے پہ نور اسے جولریز کے اور باقی سامان کے بارے میں بتا رہی تھی۔ ملالہ نے سوچ لیا تھا کہ وہ کون سی جولری پہنے گی۔ واپسی کا پورا راستہ اس کا نور سے باتوں میں گزر گیا۔

ملالہ کی ساری دو تین تک واڈروب میں پڑی ہوئی تھی۔ شام کے وقت اپنا سوٹ نکالنے کے لیے اس نے الماری کھولی تو اس کی نظر سامنے ہینگ ہوئی ساڑی پر پڑی۔ اپنا سوٹ نکالتا ہے اس کا ہاتھ رکا۔ ملالہ نے ساڑیوں کے کف کو غور سے دیکھا۔ اس سے شاید اس میں موٹے پرلز اچھے نہیں لگے تھے۔ پرلز کو دیکھتے ہوئے اس نے برا سا منہ بنایا۔ سوٹ کو چھوڑ کر اس نے ہینگ ہوئی ساڑی کو نکالا۔ ساڑی نکال کر وہ باہر لاونج میں آئی۔ سمیہ بیگم اس وقت موبائل میں بزی تھی۔
ماما
ساڑی ان کے سامنے رکھتے ہوئے وہ ان کے ساتھ آ کر بیٹھی۔
ماما ادھر تو دیکھیں
ان کی توجہ نہ پا کر ملالہ نے پھر پکارا۔
کہو، ارے یہ تمہاری ساڑی یہاں کیا کر رہی ہے تم تو اسے منگنی میں پہننے کے لیے لائی تھی نا
جی ماما منگنی میں پہننے کے لیے لائی تھی۔ لیکن یہ دیکھیں اس ساڑی پر یہ پرلز بالکل اچھے نہیں لگ رہے۔ اب میں کیا کروں
سمیہ بیگم نے ساڑی کے کف کو اپنے ہاتھ میں لیا۔
ٹھیک تو لگ رہے ہیں بیٹا، اور ویسے بھی تمہیں کون دیکھے گا، منگنی تو نور کی ہے نا
سمیہ بیگم کی بات پہ ملالہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے انہیں دیکھا۔
ماما کوئی مجھے کیوں نہیں دیکھے گا۔ میں منگنی پہ جاؤں گی، اپنی فرینڈ سے ملوں گی، اور آپ کیا چاہتی ہیں میں یہ امپرفیکٹ ساڑی پہنوں۔ مجھے پرفیکٹ چاہیے ماما۔ یہ پرلز بالکل اچھے نہیں لگ رہے
سمیہ بیگم نے ایک نظر اپنی بیٹی کو دیکھا۔ جسے ہر
چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز میں ٹو نکالنے کی عادت تھی۔
یہ تو تمہیں لینے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا نابتاؤ مجھے اب کیا کروں میں
ماما وہ آپ کی فرینڈ ہیں نا، جن کا بوتیق ہے آپ ان سے کہیں نا وہ اس میں سے پرلز نکال کر اس ساڑی کے کف کو ٹھیک کر دیں
اچھا میں اس سے بات کر لوں گی۔ لیکن یہ لاسٹ ٹائم ہے۔ اگلی بار ہر چیز سوچ سمجھ کے لے نا۔ تم ہر بار بنا سوچے سمجھے چیز لے لیتی ہو اور بعد میں اس چیز میں سے ٹوہ نکالتی ہو
انہوں نے نصیحت کرنے والے انداز میں کہا۔
ٹھیک ہے ماما آپ یہ دیکھ لیں۔ میں تب تک اپنے باقی کام کرلیتی ہوں۔ ویسے بھی ابھی مجھے جولری بھی ڈیسائڈ کرنی ہے۔

ملالہ کہتی ہے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ پیچھے سمیہ بیگم اسے دیکھ کے رہ گئیں۔ انہیں اپنی بیٹی کو ٹھیک کرنا تھا۔ سوچتے ہوئے انہوں نے اپنی دوست کو کال ملائی اور ملالہ کی ساڑی کے بارے میں بتایا۔

نازین بیگم نے اپنے بیٹے کے آنے کی خوشی میں تمام گھر کے افراد کو دعوت دی تھی۔جس میں ان کی بہن ہاجرہ بھی شامل تھی۔ ان کا بیٹا کافی عرصے بعد گھر لوٹا تھا جس پر چچی نے کافی بڑی دعوت رکھی تھی۔ ملالہ کے چچا کے کافی اثرار کرنے پر وہ واپس لوٹا تھا۔

اوپر کے دو پورشن چھوڑ کر جعفر صاحب کے پورشن میں کافی سکون تھا سوائے ملالہ کے کمرے کے۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو تو اس کی پلنگ پر کافی کپڑے بکھرے پڑے تھے۔ کھڑکیوں کے کرٹنز اوپر کو ہوئے تھے جہاں سے شام کی روشنی چھن کر کے اندر آرہی تھی۔ غسل خانے کا دروازہ کھلا اور ملالہ باہر نکلی اس نے سیا شارٹ کرتی کے نیچے سیاہ ہے ٹراؤزر پہنا ہوا تھا۔ کرتی کے بارڈر پر کافی کام ہوا تھا۔ کرتی کے سلیوز انتہائی چھوٹے تھے جس وجہ سے میں لالہ کا پورا بازو دکھ رہا تھا۔ اس کے بعد گیلے تھے شاید وہ ابھی ابھی نہا کر نکلی تھی۔ نہا کر سب سے پہلے اس نے اپنے بالوں کو بلو ڈرائیر کیا۔ پھر باری باری پھیلائے ہوئے کپڑے الماری میں رکھے۔ اسے بکھری ہوئی چیزوں سے انتہائی چڑ تھی۔ کافی چیزیں سمیٹنے کے بعد اب وہ اپنا میک اپ کر رہی تھی۔ ہلکا میک اپ کرنے کے بعد اب وہ اپنی انگلیوں میں انگوٹھیاں ڈال رہی تھی۔ گھڑی پر نظر دوڑائی تو وہاں چھ بج رہے تھے۔ سمیہ بیگم اور جعفر صاحب کب کے اوپر جا چکے تھے۔ آئینے کے سامنے کھڑی اب وہ اپنے بال بنا رہی تھی۔ اس نے اپنے بالوں کو کھلا چھوڑا تھا جس میں وہ کافی حسین لگ رہی تھی۔ پاؤں میں سلیپرز پہن کے کمرے میں اندھیرا کر کے وہ کمرے سے باہر جا چکی تھی۔ کرتی کا دوپٹہ پلنگ پر دھرا کا دھرا رہ گیا تھا۔

ملالہ اوپر آئی تو سمیہ بیگم، ہاجرہ بیگم اور نادیہ بیگم صوفے پر براجمان کسی باتوں میں مصروف تھیں۔ کچن میں نازین بیگم ملازمہ کے ساتھ کسی کام میں مصروف تھیں۔ سب سے بڑی ہاجرہ بیگم تھیں جن کے تین بچے تھے۔ انیسہ سفیر اور شایان۔ شیان دبئی کسی کام کے سلسلے میں گیا تھا۔ پھر وہیں سیٹل بھی ہو گیا تھا۔ اس کے بعد جعفر صاحب جن کی ایک ہی بیٹی ملالہ تھی۔ جعفر صاحب کے بعد محسن صاحب تھے جن کا ایک ہی بیٹا تھا شہریار۔ اور سب سے چھوٹے مراد صاحب تھے جن کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی یامین اور حماد۔

ملالہ سامنے رکھے سنگل سف میں بیٹھ کر اپنا موبائل چلانے لگی۔ اسے ویسے بھی فیملی فنکشنز پر آنا بالکل پسند نہ تھا۔

ارے ملالہ تم یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہو

یہاں کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

اس کی امین سے کافی اچھی بنتی تھی جبکہ حاضرہ پپو کی بیٹی سے اس کا چھتس کا اکڑا تھا۔

وہ مجھے کوئی دکھا نہیں تو بس

یامین اپنے ڈاکٹر کی پڑھائی کی وجہ سے کافی مصروف رہتی تھی جس وجہ سے اس کی ملالہ کے ساتھ بات چیت بھی نہیں رہتی تھی۔

اچھا اؤ میرے ساتھ کمرے میں چلو تمہیں پتہ ہے شہری بھائی سب کے لیے گفٹ لے کر ائے ہیں

یامین نے اسے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ ملالہ یامین کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ لاؤنج پار کر کے سامنے کمرہ تھا جہاں تمام کزنز بیٹھے ہوئے تھے۔ انیسہ اور شہریار آپس میں کسی بات میں مصروف تھے۔

یہ دیکھو ملالہ آئی ہے

یامین کی آواز پر سب نے پلٹ کر دیکھا۔ انیسہ نے ملالہ کو دیکھ کر نظریں پھیر لیں۔

ملالہ وہاں کیوں کھڑی ہو اندر آؤ

شہریار کے کہنے پر وہ یامین کے ساتھ بیٹھی۔

اور بتاؤ آگے کیا کرنے کا ارادہ ہے۔ تمہارا تو شاید ابھی انٹر ہوا ہے نا

جی میں نے ابھی پری انجینئرنگ کی ہے۔ آگے بھی اس سے ریلیٹڈ ہی فیلڈ رکھوں گی

دیٹس گریٹ

شہریار نے ڈرار کے اندر سے ایک ڈبہ نکال کر ملالہ کو تھمایا۔ ملالہ نے ایک نظر ڈبے کو دیکھا اور ایک نظر شہریار کو۔

رکھ لو میں سب کے لیے گفٹس لایا ہوں

ملالہ نے شکریہ کے ساتھ ڈبہ کھولا تو اندر ایک گولڈ کی نفیس سی برانڈڈ واچ تھی۔

یہ تو بہت خوبصورت ہے

بے اختیار ملالہ کے لبوں سے نکلا۔

انیسہ نے ایک نظر اس گھڑی کو دیکھا۔

شہریار بھائی آپ نے مجھے تو ایسی گھڑی نہیں دی
ملالہ مسکرائی۔
اب آئے گا مزہ
انیس میں نے تمہیں اس سے زیادہ گفٹ لا کر دیے ہیں۔ اور عہ بھی تمہاری پسند کے
شہریار نے اسے پچکارا۔
تھینکس شہریار بھائی یہ واقعی بہت خوبصورت ہے
شہریار سے کہتے ہوئے ملالہ نے انیسہ کی طرف دیکھا جو اسے ہی گھور رہی تھی۔
شہریار نے مسکراتے ہوئے انیسہ کو دیکھا۔
کوئی بات نہیں ابھی میرا آخری چکر لگے گا وہاں کا تو میں تمہیں ایسے ہی واچ لا دوں گا
انیسہ سے اور برداشت نہ ہوا تو وہ کمرے سے اٹھ کر چلی گئی۔
ملالہ یامین کچن میں ا کر میرا ہاتھ بٹانا ذرا۔
نازین بیگم کی آواز پر وہ دونوں کمرے سے اٹھ کر جا چکی تھیں۔
پیچھے شہریار انیسہ کی حرکت پر کافی شرمندہ تھا۔

ہونٹوں پر لپسٹک کا آخری ٹچ دے کر اپنے آپ کو شیشے میں دیکھ کر ملالہ پیچھے ہٹی۔
وہی سلک کی ساڑی جس کے کفس سے بیڈز ہٹ چکے تھے۔ کلائی پر وہی گولڈن گاڑی تھی جو اسے شہریار نے دی تھی۔
انکھوں پر لائنر لگائے گلے میں نازک سا نیکلس پہنے ملالہ کافی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔
سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اس کا فون بجا۔ شام کے سات بج رہے تھے اس سے کافی لیٹ ہو چکی تھی۔ کپ کی تیار تھی بس ڈرائیور کا ویٹ کر رہی تھی۔ اگر گھر میں گاڑی ہوتی تو وہ خود بھی چلا کر لے جاتی۔ مگر دونوں گاڑیاں گئی ہوئی تھیں۔ ملالہ نے کچھ سوچتے ہوئے فون اٹھایا اور تھوڑی دیر بعد پورچ میں کھڑی تھی۔ موبائل میں نوٹیفکیشن بجی تو وہ دروازہ کھولتی باہر نکلی۔
سامنے کیپ کھڑی ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ ملالہ کسی کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ وہ الریڈی کافی لیٹ تھی۔
کیپ کا پیچھے والا دروازہ کھول کر وہ پیچھے بیٹھی۔ اس کی اشارہ کرنے پر ڈرائیور نے گاڑی چلانا شروع کی۔
گھر سے تھوڑی دور جاتے ہیں ملالہ نے ڈرائیور کے حلیے پہ غور کیا۔ اس کے سر پہ پی کیپ تھی جس سے کافی چہرہ نظر نہیں آرہا تھا۔
ملالہ فون میں مگن تھی جب گاڑی رکی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے کافی ٹریفک تھا۔
بھائی اپ کسی اور روڈ سے لے لیں
کافی دیر بعد بھی ٹریفک نہ ہٹا تو وہ بول پڑی۔
سر کو اس بات میں ہلاتے ہوئے ڈرائیور نے موڑ کاٹا۔
ڈرائیور گاڑی کو اب دوسری روڈ پہ لے کے جا رہا تھا جہاں ایک اکا دکا گاڑیاں تھیں۔
اس سے پہلے ملالہ کبھی نور کے گھر اس راستے سے نہیں گئی تھی۔ کافی دیر بعد اسے ہوش آیا کہ یہ راستہ تو نور کے گھر کا ہے ہی نہیں۔
گاڑی روکو
اس کے اچانک کہنے پر ڈرائیور نے اوپر بے تاثر نگاہ کے ساتھ سر اٹھایا ہے اور پھر اسی بے تاثر نگاہ کے ساتھ سر جھکا لیا۔
میں نے کہا ہے گاڑی روکو
ملالہ کو اس بار مکمل طور پر خوف محسوس ہوا۔
اگے پیچھے نگاہ دوڑائی تو اسے روڈ پہ چلتا ہوا کوئی نظر نہ آیا۔ یہاں تک کہ گاڑی بھی نہیں۔
اسے پسینے آنے لگے۔
غور کرنے پر اس کے یہ جنگل ہے۔ ملالہ نے آگے پیچھے دیکھا اور اچانک سے گاڑی کا دروازہ کھول کر فورا باہر کو چھلانگ لگائی۔ ہیلز کے ساتھ اچھا لگ رہنے پر وہ گر چکی تھی۔ اسے لگا ڈرائیور جا چکا ہے۔ ملالہ نے ایک نظر اپنے پاؤں کو دیکھا جہاں تازہ زخم کے نشان تھے۔ اس کے فون کی سکرین بھی ٹوٹ چکی تھی۔ ملالہ نے فورا اپنا فون کھولا اور کسی کو کال ملانے لگے جب پیچھے سے کسی نے اس کی سر پر ڈنڈا مارا۔ فون ملالہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر چکا تھا۔ وہ اسے ہاتھ سے اپنے سر کو تھامے ہوئے تھی۔ اس کے آگے ساری دنیا گول گول گھومنے لگی۔
بابا
اس کے منہ سے بس یہی لفظ نکل سکا۔۔

جاری ہے-----------